مشرکینِ عصرِ پیغمبر اکرم ﷺ کے شرک پر ابن عبدالوہاب کے نقطہ نظر کا تنقیدی مطالعہ

A Critical Study of *Ibn Abdul Wahhab's* Perspective on the Polytheism of the Time of Holy Prophet (PBUH).

Open Access Journal

Qtly. Noor-e-Marfat

eISSN: 2710-3463

pISSN: 2221-1659

www.nooremarfat.com

Note: All Copy Rights are Preserved.

Dr. Muhammad Furqan Gohar

Ph.D. History of Islamic Civilization, Al-Mustafa International University, Qum, Iran.

E-mail: m.furqan512@yahoo.com

Hussain Qazi Zada

Ph.D. Wahhabism Studies, Adayan University, Qom, Iran.

E-mail:h.ghazizade110@gmail.com

Abstract:

Muhammad bin Abd al-Wahhab, is an influential figure in the Muslim world. He declaring the polytheism of the polytheists of Makkah as a kind of polytheism in divinity, counts all kinds of asking for help, respecting anything or anyone as a sacred object or person and praying anyone else Almighty Allah as the manifestations of polytheism. That is why, he declares the concept of resourcefulness as contrary to monotheism. In fact, Ibn Abd al-Wahhab calls the intercession of non-Allah as the root of polytheism.

In this paper, *Muhammad Ibn Abd al-Wahhab*'s ideas related to polytheism have been critically evaluated. The method of research is that the confessions of the polytheists about the Lordship of Allah presented in the Quranic verses have been examined in the light of historical evidences and in accordance with the evidences from narrations (Hadiths) and commentaries on the holy Qur'an. The results of the research make it clear that the basis of polytheism of the polytheists of Makkah was not merely based on an exaggerated attitude towards the phenomena of the existence and the real root oftheir polytheism was their belief in the lordship of self-made gods. Also, their polytheism was not limited

to the outward nature of worship; rather, their belief system was rooted in the concept of the Lordship of their gods. Although polytheists of Makka acknowledged Allah as the "Lord and Creator of the Worlds", but their acknowledgment was nowhere to be seen in daily life affairs; as this recognition did not meet the basic message of the Prophets, namely the comprehensive concept of "Lord of the Worlds". This research concludes that the polytheism in Makka was not limited to the divinity alone, but its nature was so much wider.

Key words: Polytheism, Polytheists of Makkah, *Muhammad bin Abd al-Wahhab*, Monotheism, Divinity.

خلاصہ

محمد بن عبد الوہاب عالمِ اسلام کی ایک تاثیر گزار شخصیت ہیں۔ انہوں نے مکہ کے مشرکین کے شرک کو الوہیت میں شرک قرار دیتے ہوئے استغاثہ، تبرک اور دعا جیسی ظاہری عبادات میں وسیلے کے تصور کو توحید کے منافی قرار دیا ہے۔ دراصل، ابن عبد الوہاب، غیر اللہ کی وساطت کو شرک کی جڑ قرار دیتے ہیں۔ اس مقالہ میں محمد ابن عبد الوہاب کے شرک سے مربوط نظریات کا تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے۔ اسلوب تحقیق یہ ہے کہ قرآنی آیات میں پیش کردہ مشرکین کے اللہ تعالی کی ربوبیت کے اعترافات کو تاریخی، روائی اور تفسیری شواہد کی روشنی میں پرکھا گیا ہے۔ تحقیق کے نتائج یہ واضح کرتے ہیں کہ مشرکینِ مکہ کے شرک کی بنیاد، مظاہر ہستی کے بارے میں غلوآمیز رویےّ پر نہ تھی، بلکہ ان کے اپنے خودساختہ معبودوں کی ربوبیت پر ایمان، شرک کی اصل جڑ تھا۔ مشرکینِ مکہ کا شرک صرف عبادت کی ظاہری نوعیت تک محدود نہیں تھا؛ بلکہ ان کے اعتقادی نظام کی جڑیں ان کے معبودوں کی ربوبیت کے تصور میں پیوست تھیں۔ اگرچہ وہ اللہ تعالی کے "رب العالمین" ہونے کا اعتراف کرتے تھے، لیکن خداوند تعالی کی ربوبیت اور خالقیت کے بارے میں اُن کا یہ اعتراف، اُن کے روزمرہ کے معاملات زندگی کہیں نظر نہیں آتا تھا۔ ان کا یہ اعتراف، انبیاء کے بنیادی پیغام یعنی "رب العالمین" کے جامع تصور پر پورا نہیں اترتا تھا۔ اس سے جو نتیجہ اخذ ہوتا ہے، وہ یہ ہے کہ مشرکینِ مکہ کا شرک، صرف الوہیت تک محدود نہ تھا، بلکہ اُس کی نوعیت بہت زیادہ وسیع تھی۔

کلیدی الفاظ: شرک، مشرکین مکہ، محمد بن عبدالوہاب، توحید، ربوبیت، الوہیت۔

مقدمہ

وہابیت کے بانی، محمد بن عبدالوہاب کے مطابق انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت کا مقصد ان مشرکوں کو شرک

الوہیت سے بچانا تھا جو اللہ تعالی کو اپنا رب ماننے کے باوجود عبادت میں مشرک تھے۔انہوں نے مشرکین کے شرک کا تجزیہ کرتے ہوئے اپنے دور کے مسلمانوں کے بعض عقائد و اعمال پر شرک کا الزام لگایا ہے۔ ان کے مطابق، جو مسلمان صالحین سے توسل، استغاثہ اور شفاعت طلب کرتے ہیں، وہ مشرک ہیں۔ کیونکہ مشرکین مکہ بھی تو خدا کو خالق اور رازق مانتے تھے لیکن وہ اولیاء اور صالحین کو اپنے اور خدا کے درمیان واسطہ قرار دیتے تھے اور اُن کا یہی عمل، اُن کے شرک کی اصل جڑ تھا۔ اور یہی وہ عملی غلطی تھی جسے درست کرنے کے لیے انبیاء مبعوث ہوئے۔ محمد بن عبد الوہاب نے اپنی کتاب "کشف الشبہات" میں اس تصور کو یوں بیان کیا کہ حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر پیغمبر اسلام (ﷺ) تک، تمام انبیاء کی اصل جدوجہد توحید فی العبادت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے نزدیک صالحین کے مجسموں کو توڑنا ہی خدا کی توحید کو خالص بنانے کا واحد طریقہ ہے۔[1]

پیشِ نظر مقالہ اس بات کو واضح کرتا ہے کہ دورِ جاہلیت کے مشرکین درحقیقت، کس نوعیت کے عقائد رکھتے تھے اور کیوں وہ مشرک قرار پائے۔ مشرکین کے شرک کی اصل حقیقت کو سمجھے بغیر، مسلمانوں کے اعمال کا مشرکین سے موازنہ کرنا ایک نادرست قیاس ہے۔ اگر یہ بات واضح ہو جائے کہ مشرکین اپنے بتوں کو رب مانتے تھے اور ان سے اپنی حاجات اور ضروریات طلب کرتے تھے، تو محمد بن عبدالوہاب اور ان کے پیروکاروں کے دعوے کی کمزوری آشکار ہو سکتی ہے۔ مشرکین کا شرک توحید فی الربوبیت کے انکار سے پیدا ہوا تھا، یہی وہ بنیادی نقطہ ہے جس کا فہم انبیاء کی دعوتِ توحید کو موجودہ ظاہر پسندی کے چنگل سے آزاد کر سکتا ہے۔

پیش نظر مضمون تفسیری، حدیثی اور تاریخی دلائل کے ساتھ یہ ثابت کرتا ہے کہ اسلامی مکاتب فکر مشرکین کو ربوبیت کی سطح پر موحد نہیں مانتے اور ان کے ربوبیت سے متعلق اقرار کو حقیقی اقرار نہیں سمجھتے؛ بلکہ اسے تذبذب اور دوغلے پن کی علامت قرار دیتے ہیں۔ مسلمان مفسرین، اقرار اور عقیدے کے درمیان فرق کے قائل ہیں۔ مشرکین کے قرآن میں موجود اعترافات کی بابت زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ مشرکین خدا کے رب اور مالک ہونے کو صرف کائنات کی تخلیق اور تدبیر جیسے وسیع امور تک تسلیم کرتے تھے؛ لیکن چونکہ وہ اپنے روزمرہ معاملات میں اپنے معبودوں کی ربوبیت پر یقین رکھتے تھے، اس لیے جنگوں میں فتح، بیماریوں سے شفا اور موت و حیات جیسے مسائل کے لیے اپنے بتوں کا ہی سہارا لیتے تھے۔

یہ حقیقت ہے کہ وہ بتوں کو "واسطہ" یا "وسیلہ" قرار دینے کا دعویٰ کرتے تھے۔ لیکن اگر ان کا یہ بیان جھوٹ پر مبنی نہ بھی ہو، تب بھی یہ بتوں کی مستقل حیثیت کے انکار کا پتہ نہیں دیتا۔ بلکہ اس سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ مشرکین نے ایک اعلیٰ ذات کو تسلیم کیا تھا جس نے کائنات کی خلقت اور تدبیر کی ہے۔ لیکن وہ انسانی معاملات میں بتوں کی ربوبیت کے قائل تھے یا انہیں ان امور میں مستقل طاقت سمجھتے تھے۔اس کے برعکس، انبیاء کرام علیہم السلام نے "اللہ رب العالمین" کا جامع تصور پیش کیا جو مشرکین کے ربوبیت سے متعلق ناقص اقرار میں کہیں نظر نہیں آتا تھا۔

1۔مشرکین کے شرک پر محمد بن عبد الوہاب کے مدعا کی وضاحت

ابتدا میں محمد بن عبد الوہاب کا مدعا مراحل کی ترتیب کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے تاکہ اس کا تجزیہ کیا جا سکے۔

1۔1۔صالحین میں غلو اور وسائط کا تصور

محمد بن عبد الوہاب کے نزدیک شرک کی بنیادی وجہ نیک اور صالح لوگوں کے متعلق غلو آمیز رویہ ہے، جو لوگوں کو "واسطہ پرستی" کی طرف لے جاتا ہے۔ اس کے مطابق قرآن میں ذکر کردہ "یغوث"، "یعوق" اور "نسر" تین نیک افراد تھے، جن کے متعلق بعد میں غالیانہ تصورات پروان چڑھے اور ان کی عبادت شروع ہو گئی۔[2] اس بارے میں محمد بن عبد الوہاب نے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کی مثال دی ہے، جہاں ابن عباس کی ایک موقوف روایت اس کا اہم حوالہ ہے: "عن ابن عباس... قال: هذه أسماء رجال صالحين من قوم نوح، فلما هلكوا أوحى الشيطان إلى قومهم أن انصبوا إلى مجالسهم التی كانوا يجلسون فيها أنصابا، وسموها بأسمائهم، ففعلوا. ولم تعبد حتى إذا هلك أولئك ونُسی العلم عُبدت۔"[3]

"ابن عباس سے روایت ہے کہ یہ نوح علیہ السلام کی قوم کے نیک لوگوں کے نام تھے۔ ان کے انتقال کے بعد شیطان نے ان کی قوم کو وسوسہ دیا کہ ان نیک لوگوں کے مجسمے بنا کر اپنی محافل میں رکھو، اور ان کے ناموں پر انہیں موسوم کرو۔ چنانچہ انہوں نے ایسا کیا، لیکن ابتدا میں ان کی عبادت نہیں کی گئی۔ جب یہ نسل بھی ختم ہوئی اور علم مٹ گیا تو ان کی عبادت شروع ہو گئی۔"

محمد بن عبد الوہاب اس روایت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"ثم طال الزمان، ومات أهل العلم. فلما خلت الأرض من العلماء: ألقى الشيطان فی قلوب الجهال: أن أولئك الصالحين ما صوروا صور مشايخهم إلا ليستشفعوا بهم إلى الله، فعبدوهم"۔[4] "پھر زمانہ گزر گیا اور اہلِ علم دنیا سے رخصت ہو گئے۔ جب زمین علماء سے خالی ہو گئی تو شیطان نے جاہلوں کے دلوں میں یہ بات ڈالی کہ ان نیک لوگوں نے اپنے مشائخ کے مجسمے صرف اس لیے نصب کیے تھے تاکہ ان کے ذریعے اللہ سے سفارش حاصل کر سکیں۔ تب ان کی عبادت شروع ہوئی۔"

محمد بن عبد الوہاب یہ مفروضہ دیگر انبیاء، جیسے حضرت صالح علیہ السلام، حضرت ہود علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے پر بھی منطبق کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے زمانے میں مشرکین بھی اسی طرح خدا کی عبادت کے ساتھ ساتھ "لات" جیسے صالحین اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پکارتے تھے، اس لیے رسول خدا ﷺ نے ان کے ساتھ جنگ کی۔[5]

محمد بن عبد الوہاب نے ابن صباح کو لکھے گئے ایک خط میں قرآن کریم کی آیت پیش کی:

"قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُم مِّن دُونِهِ فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنكُمْ وَلَا تَحْوِيلًا ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ

يَبْتَغُونَ إِلَى رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ" (57،56:17)

ترجمہ: "فرما دیجئے: تم ان سب کو بلا لو جنہیں تم اللہ کے سوا (معبود) گمان کرتے ہو وہ تم سے تکلیف دور کرنے پر قادر نہیں ہیں اور نہ (اسے دوسروں کی طرف) پھیر دینے کا (اختیار رکھتے ہیں)۔ یہ لوگ جن کی عبادت کرتے ہیں (یعنی ملائکہ، جنّات، عیسیٰ اور عزیر علیہما السلام وغیر ھم کے بت اور تصویریں بنا کر انہیں پوجتے ہیں) وہ (تو خود ہی) اپنے رب کی طرف وسیلہ تلاش کرتے ہیں کہ ان میں سے (بارگاہِ الٰہی میں) زیادہ مقرّب کون ہے؟"۔

اس آیت کے تحت وہ مفسرین کا حوالہ دیتے ہوئے کہتا ہے کہ یہ آیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت عزیر علیہ السلام کے بارے میں نازل ہوئی، کیونکہ یہودی اور عیسائی انہیں "وسیلہ" مانتے تھے اور ان سے حاجات طلب کرتے تھے۔[6]

1۔2۔مشرکین کا ربوبیت میں موحد ہونا

محمد بن عبد الوہاب اگلے مرحلے میں انبیاء کے زمانے کے مشرکوں کو ربوبیت میں موحد قرار دیتا ہے۔ اپنے مدعا کے ثبوت کے لیے وہ ان آیات کو دلیل بناتا ہے جن میں مشرکین کے اعترافات مذکور ہیں، جہاں وہ خدا کی خالقیت، مالکیت اور رازقیت کا اقرار کرتے نظر آتے ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"قُلْ مَن يَرْزُقُكُم مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَمَّن يَمْلِكُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَمَن يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَن يُدَبِّرُ الْأَمْرَ فَسَيَقُولُونَ اللَّهُ فَقُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ (31:10)

ترجمہ: "کہہ دیجئے: تمہیں آسمان اور زمین سے رزق کون دیتا ہے؟ سماعت اور بصارت کا مالک کون ہے؟ اور کون ہے جو بے جان سے جاندار کو اور جاندار سے بے جان کو پیدا کرتا ہے؟ اور کون امور (عالم) کی تدبیر کر رہا ہے؟ وہ کہیں گے: اللہ۔ پس کہہ دیجئے: تو پھر تم اس سے ڈرتے کیوں نہیں ہو؟"

"قُل لِّمَنِ الْأَرْضُ وَمَن فِيهَا إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَO سَيَقُولُونَ لِلَّهِ قُلْ أَفَلَا تَذَكَّرُونَO قُلْ مَن رَّبُّ السَّمَاوَاتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِO سَيَقُولُونَ لِلَّهِ قُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَO قُلْ مَن بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ يُجِيرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَO سَيَقُولُونَ لِلَّهِ قُلْ فَأَنَّىٰ تُسْحَرُونَ"۔ (23: 84-89)

ترجمہ: "کہہ دیجئے: یہ زمین اور جو اس پر (آباد) ہیں کس کی ہے اگر تم جانتے ہو؟ (تو بتاؤ)۔ وہ کہیں گے: اللہ کی ہے۔ کہہ دیجئے: تو پھر تم سوچتے کیوں نہیں ہو؟ کہہ دیجئے: سات آسمانوں اور عرش عظیم کا مالک کون ہے؟ وہ کہیں گے: اللہ ہے۔ کہہ دیجئے: تو پھر تم ڈرتے کیوں نہیں ہو؟ کہہ دیجئے: وہ کون ہے جس کے قبضے

میں ہر چیز کی بادشاہی ہے؟ اور وہ کون ہے جو پناہ دیتا ہے لیکن اس کے مقابلے میں کوئی پناہ نہیں دے سکتا اگر تم جانتے ہو؟ (تو بتاؤ)۔ وہ کہیں گے: اللہ کہہ دیجئے: تو پھر تمہاری یہ خبطی کہاں سے ہے؟"

ان آیات سے محمد بن عبدالوہاب یہ نتیجہ اخذ کرتا ہے کہ مشرکین اعتراف کرتے تھے کہ اللہ ہی خالق، رازق اور پالنے والا ہے۔ ان کے نزدیک مردہ کو زندہ کرنا اور زندہ کو موت دینا بھی اللہ کا اختیار ہے اور تمام معاملات کی تدبیر صرف اسی کے ہاتھ میں ہے۔ اس کے علاوہ، آسمان و زمین اور ان میں موجود تمام چیزیں اسی کے بندے ہیں اور اس کے ماتحت ہیں۔[7] ابن عبدالوہاب ایک اور مقام پر یہ بھی کہتا ہے کہ مشرکین کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ اپنے بتوں کو خالق اور رازق سمجھتے تھے، قرآن کے خلاف ہے۔[8] اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ان اعترافات کو قلبی اور ایمانی قرار دیتا تھا اور اللہ کی ربوبیت پر بت پرستوں کے یقین کا قائل تھا۔

1-3- انبیاء کی دعوت کا توحید فی العبادۃ میں منحصر ہونا

محمد بن عبدالوہاب ان آیات کی بنیاد پر، جو انبیاء کی دعوت کو بیان کرتی ہیں، اس بات پر زور دیتا ہے کہ انبیاء کا مقصد خالص عبادت کی دعوت دینا تھا۔ وہ شرک کی واحد قسم "شرک عملی" کو قرار دیتا ہے اور اسے صرف وسائط کی عبادت تک محدود کر دیتا ہے۔ اس کے مطابق، انبیاء کرام کی بعثت کا اصل مقصد واسطہ پرستی کا خاتمہ تھا۔

محمد بن عبدالوہاب کا کہنا ہے کہ مشرکین انہی وسائط کو "الٰہ" اور معبود مانتے تھے، اور "لا الہ الا اللہ" کہنا ان وسائط پر بطلان کی لکیر کھینچنا ہے۔[9] وہ بندگی کی دعوت کو، بندگی کے ایک محدود اور خاص تصور کے ساتھ بیان کرتا ہے۔ اس کے مطابق، انبیاء کی دعوت کا اصل مقصد صرف واسطہ پرستی کا خاتمہ تھا نہ کہ اللہ کی عبادت کی طرف عمومی دعوت دینا یا غیر اللہ سے انسان کو جدا کرنا۔ محمد بن عبد الوہاب کے نزدیک عقیدے کا مسئلہ، جسے وہ آج کے مشرکین (یعنی مسلمانوں) کے عقائد سے تعبیر کرتا ہے، انبیاء کی دعوت میں کوئی بنیادی مسئلہ نہ تھا۔ بلکہ انبیاء کی بعثت کا مقصد محض عملی انحراف کا خاتمہ تھا۔[10]

یہ محمد بن عبدالوہاب کے مشرکین کے شرک کی کیفیت پر استدلال کا خلاصہ ہے۔ وہ شرک کی اصل بنیاد صالحین کے متعلق غلو کو قرار دیتا ہے۔ مشرکین کے ربوبیت پر اعترافات کو بنیاد بنا کر وہ ان کی ربوبی توحید تسلیم کرتا ہے اور آخر میں شرک کو "وسائط" کے تصور میں محصور کر دیتا ہے۔ اس کی عملی شکل منتیں ماننا، قربانی کرنا اور حاجتیں طلب کرنا ہے۔ اس لیے محمد بن عبدالوہاب کے نزدیک شرک یہی ہے اور اس کے علاوہ کچھ نہیں۔

2- محمد بن عبدالوہاب کے قرآنی اور حدیثی دلائل کا جائزہ

محمد بن عبدالوہاب کا دعویٰ ہے کہ اس کی دعوت کے اصول اس کے ذاتی اجتہاد کا نتیجہ نہیں، بلکہ اس پر علماء متفق ہیں۔ وہ کہتا ہے:

"فإن كنتُ قلته من عندى فارم به، أو من كتاب لقيته ليس عليه عمل فارم به كذلك، أو

نقلته عن أهل مذهبي فارم به، وإن كنت قلتُه عن أمر الله ورسوله، وعما أجمع عليه العلماء في كل مذهب، فلا ينبغي لرجل يؤمن بالله واليوم الآخر أن يعرض عنه..."۔[11]

ترجمہ: "اگر میں نے جو کچھ کہا ہے وہ اپنی طرف سے کہا ہے تو اسے رد کر دو، یا کسی ایسی کتاب سے جو غیر مستند ہے، تب بھی اسے دور پھینک دو۔ اگر میں نے اپنے مسلک کے کسی فرد کی رائے کو نقل کیا ہے تو اسے بھی دیوار پر دے مارو۔ لیکن اگر میری بات اللہ اور رسول کے حکم کے مطابق ہو اور اس پر تمام علماء کا اجماع ہو، تو کسی مؤمن کے لیے یہ مناسب نہیں کہ وہ اسے نظر انداز کرے۔"

اب سوال یہ ہے کہ مشرکین کے شرک کی کیفیت کے حوالے سے محمد بن عبدالوہاب کا یہ دعویٰ کس حد تک درست ہے؟ کیا یہ واقعی تمام علماء کا متفقہ نظریہ ہے یا یہ اس کی ذاتی رائے اور بعض شاذ و نادر علماء کی آراء کا نتیجہ ہے؟

2.1 دلیل کے پہلے مرحلے کا جائزہ، یعنی صالحین کے متعلق غلو اور وسائط کا تصور

2.1۔ صالحین کے متعلق غلو اور وسائط کا تصور

پہلا سوال جو غور طلب ہے وہ یہ ہے کہ کیا شرک کی بنیادی وجہ صرف صالحین کے متعلق غلو ہے، یا یہ کہ شرک کا آغاز اس غلو سے کہیں آگے بڑھنے کے بعد ہوتا ہے؟ ابن عباس کی روایت، جس پر ابن عبدالوہاب نے انحصار کیا ہے، کئی اعتبار سے قابل مناقشہ ہے۔

اول: یہ روایت بنیادی طور پر موقوف ہے، جس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ یہ صحابی کا ذاتی اجتہاد ہے، نہ کہ نبی کریم ﷺ کی بیان کردہ تفسیر۔ مزید یہ کہ یہ روایت تاریخی حقائق کی درست ترجمانی نہیں کرتی۔ تاریخی ماخذ یہ بتاتے ہیں کہ ان بتوں کا تعلق حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بعد کے ادوار سے ہے اور جزیرہ نما عرب کے شمالی اور جنوبی قبائل ان کی پوجا کرتے تھے۔

کلبی نے بتوں کی تاریخ پر اپنی کتاب "الاصنام" میں لکھا ہے کہ "سواع" وہ پہلا بت تھا جس کی پوجا ہذیل بن مدرکہ نامی شخص نے کی، جس کا تعلق حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے تھا۔ یہ بت ینبع کے علاقے میں تھا اور بنو لحیان اس بت خانے کے خدمت گار تھے۔ اس کے بعد "ودّ" کی پوجا شمالی عرب کے علاقے "دومۃ الجندل" میں بنو کلب یا بنو کلاب قبیلہ کرتا تھا۔ اسی طرح "یغوث" کی پوجا مذحج اور جرش کے لوگ، "یعوق" کی پوجا خیوان کے لوگ، جو یمن کے قریب صنعاء میں مقیم تھے، اور "نسر" کی عبادت قبیلہ حمیر کیا کرتا تھا۔[12]

قابل غور بات یہ بھی ہے کہ ابن عباس کی اس روایت میں ان بتوں کے صالح یا غیر صالح ہونے کا ذکر موجود نہیں۔ اس تاریخی تناظر کی روشنی میں ماوردی شافعی اپنی تفسیر میں اس رائے کو حقیقت کے قریب سمجھتے ہیں کہ "ودّ"، "سواع"، "یغوث" وغیرہ کا تعلق عرب قبائل سے تھا اور ان کا قومِ نوح سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ ان کے مطابق، آیت کا مفہوم یہ ہے کہ نوح علیہ السلام کی قوم نے اپنے معبودوں کو چھوڑنے سے انکار کیا، بالکل اسی

طرح جیسے عربوں نے اپنی نسلوں کو ان بتوں کی عبادت پر قائم رکھا۔[13]

دوم: فرض کیجئے کہ ابن عباس کی روایت صحیح تسلیم کر لی جائے اور یہ مان لیا جائے کہ یہ بت قومِ نوح کے صالح لوگوں کے مجسمے تھے، جیسا کہ روایت میں ابتدا میں بیان ہوا ہے کہ یہ بت عربوں میں قومِ نوح کے شرک کی باقیات کے طور پر موجود تھے۔[14] تب بھی اس روایت کا ایک ابہام دور کرنے کے لیے دو دیگر روایتیں موجود ہیں جو اس وضاحت کو مکمل کرتی ہیں۔

محمد بن کعب القرظی اور محمد بن قیس کی روایتوں کے مطابق، جو طبری، ابن ابی حاتم، ثعلبی اور دیگر مفسرین نے نقل کی ہیں، شرک کا پہلا قدم ان کی قبروں پر گریہ وزاری تھا۔ اس عمل کو قابلِ مذمت نہیں کہا گیا۔ بعد میں ان کی تماثیل بنائی گئیں، اور اگلی نسل میں ان کی عبادت کا آغاز ہوا۔ محمد بن قیس کی روایت کے مطابق، جسے طبری، ثعلبی اور ابن کثیر نے بیان کیا، شرک کی نچلی سطح پر ربوبیت (جیسے بارش کا نازل ہونا) کا ان مجسموں سے تعلق جوڑا گیا۔ چنانچہ روایت میں آیا ہے:

"دبّ إليهم إبليس، فقال: إنما كانوا يعبدونهم، وبهم يسقون المطر فعبدوهم"۔[15] شیطان نے انہیں وسوسہ دیا کہ تمہارے باپ دادا ان کی تعظیم ہی نہیں کرتے تھے، بلکہ ان کی پرستش کرتے تھے اور ان کے ذریعے بارش مانگتے تھے۔ پس انہوں نے ان کی عبادت شروع کر دی۔ یہ روایت محمد بن عبد الوہاب کے نظریے کی نفی کرتی ہے، جو یہ کہتا ہے کہ شرک کی بنیاد صرف غلو ہے۔ حقیقت میں یہ واضح ہوتا ہے کہ شرک کا آغاز اس وقت ہوا جب غلو کے ساتھ ساتھ ربوبیت کا تصور شامل ہوا۔

2.1.2. کیا غلو کا تعلق صرف صالحین سے تھا؟

غلو کی درجہ بندی کی بحث سے ہٹ کر ایک اور سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ مجسمے صرف نیک لوگوں سے منسوب تھے؟ تاریخی مصادر بتاتے ہیں کہ بدکار لوگ بھی ان میں شامل تھے۔ مثال کے طور پر "اساف" اور "نائلہ" کا ذکر ملتا ہے، جو ایک مرد اور عورت تھے۔ روایت کے مطابق، یہ دونوں کعبہ کے اندر زنا کے مرتکب ہوئے اور ان کی سزا یہ ہوئی کہ وہ پتھر بن گئے۔ وقت گزرنے کے ساتھ لوگوں نے ان کی پرستش شروع کر دی۔[16]

یہ امر قابل ذکر ہے کہ کلبی اپنی کتاب "الاصنام" میں ان دونوں کا ذکر ان چار بتوں سے پہلے کرتا ہے جنہیں محمد بن عبد الوہاب نے بیان کیا ہے۔ اساف اور نائلہ کا تعلق قبیلہ جرہم سے تھا، جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کا سسرالی قبیلہ تھا اور عرب کے قدیم ترین قبائل میں شمار ہوتا تھا۔ اس کے برعکس مذکورہ چار بتوں کا تعلق حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے تھا۔[17]

2.1.3 ابوریحان البیرونی کا نظریہ: ایک جامع تناظر

مندرجہ بالا مسائل کے پیش نظر ابوریحان البیرونی کا نظریہ زیادہ معتبر نظر آتا ہے۔ البیرونی، جنہوں نے ہندومت

کی بت پرستی پر وسیع تحقیق کی، اپنی کتاب میں ایک باب "بتوں کی عبادت کے آغاز اور نصب شدہ مجسموں کی کیفیت کا بیان" کے تحت انسانی فطرت پر روشنی ڈالتے ہیں۔ البیرونی کا خیال ہے کہ انسانی بت پرستی کی جڑ انسانی فطرت میں ہے، جو معقول اور مجردات کے مقابلے میں زیادہ تر ٹھوس اشیاء میں دلچسپی رکھتی ہے۔[18] یہ نظریہ محمد بن عبدالوہاب کے مفروضے کی نسبت زیادہ جامع اور وسیع ہے۔ اس کی جامعیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ یہ نہ صرف صالحین کے غلو پر مبنی بت پرستی کو سمجھنے میں مدد دیتا ہے بلکہ اساف اور نائلہ جیسے واقعات کو بھی اپنے دائرے میں لے آتا ہے۔ مزید برآں، یہ نظریہ عرب اور غیر عرب تمام بت پرست معاشروں کے تجزیے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

مندرجہ بالا بحث یہ واضح کرتی ہے کہ محمد بن عبدالوہاب کا استدلال کہ شرک کی بنیاد صرف غلو ہے، ناقص ہے۔ تاریخی حقائق اور روایات بتاتی ہیں کہ شرک کی نوعیت غلو سے آگے بڑھ کر ربوبیت اور بعض صورتوں میں بدکردار شخصیات کی پرستش تک بھی پہنچ جاتی ہے۔

2-2۔ مشرکین کی توحید فی الربوبیت کا جائزہ

محمد بن عبدالوہاب کا دوسرا دعویٰ مشرکین کی توحید فی الربوبیت سے متعلق ہے۔ اس ضمن میں تین بنیادی سوالات پیدا ہوتے ہیں:

1. کیا ربوبیت کے متعلق مشرکین کے یہ اعترافات عمومی تھے یا جزوی؟
2. ان اعترافات کی نوعیت کیا تھی؟ کیا یہ ان کے توحید پر ایمان کی علامت تھے یا محض ایک مجبوری کا اعتراف؟
3. ان اعترافات کی وسعت کس درجے کی تھی؟ کیا یہ ربوبیت کے جامع تصور پر مبنی تھے یا محدود تھے؟

پہلا سوال: اعترافات عمومی تھے یا جزوی؟

خالقیت اور رازقیت کے متعلق مشرکین کے اعترافات عمومی نہیں تھے۔ نہ صرف غیر عرب مشرکین متفرق عقائد کے حامل تھے، بلکہ عرب مشرکین، جن کی طرف قرآن نے زیادہ توجہ دی ہے، بھی توحید کے حوالے سے کم از کم تین الگ الگ عقائد رکھتے تھے۔ معروف مذاہب دان شہرستانی عرب مشرکین کو معطلہ اور محصلہ کی دو اقسام میں تقسیم کرتے ہیں یعنی محصلہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو کسی نہ کسی حد تک علم و دانش، ایمان باللہ اور ایمان بہ قیامت سے بابہرہ ہیں، اس کے برعکس لوگ معطلہ کہلاتے تھے۔[19] وہ معطلہ کو مزید تین اقسام میں بانٹتے ہیں:

1. پہلا گروہ خالق کے وجود کو ہی نہیں مانتا، جیسا کہ قرآن میں آیا ہے:

"وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ"

2. دوسرا گروہ خالق کو مانتا ہے مگر قیامت کا انکار کرتا ہے۔
3. تیسرا گروہ خالق اور قیامت دونوں کو مانتا ہے، لیکن انبیاء کا انکار کرتا ہے۔[20]

پس کم از کم پہلا گروہ خدا کے وجود کا ہی منکر تھا، اس لیے ان کا موحد ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا۔

قرآن کریم نے مشرکین کے اعترافات کو "مہملہ قضیہ" کی شکل میں بیان کیا ہے، یعنی ان میں یہ واضح نہیں کہ اعتراف سب مشرکین کا تھا یا بعض کا۔ تاہم، محمد بن عبد الوہاب کا نظریہ ان اعترافات کو تمام مشرکین پر اطلاق دیتا ہے، جو اس نظریے کی ایک بڑی فکری اور علمی کمزوری ہے۔

دوسرا سوال: اعترافات کی نوعیت

روایات اور مفسرین کی آراء کی جانچ پڑتال کے بعد، مشرکین کے ان اعترافات کی نوعیت کے حوالے سے دو نظریات سامنے آئے ہیں۔

پہلا نظریہ: از روئے ناچاری

محمد بن عبدالوہاب کے اس دعوے کے برعکس، کہ مشرکین کے اعترافات ان کے توحید فی الربوبیت پر ایمان کی علامت ہیں، اہل سنت مفسرین کی ایک جماعت نے یہ وضاحت کی ہے کہ یہ اعترافات محض مجبوری کی حالت میں کیے گئے، جن سے ان کا قلبی ایمان ثابت نہیں ہوتا۔ ثعالبی اس بارے میں لکھتے ہیں: "فَسَيَقُولُونَ اللَّهُ: أي: لا مندوحة لهم عن ذلك، و لا تمكنهم المباهتة بسواه"۔[21] اس کا مطلب یہ ہے کہ مشرکین کے پاس اس حقیقت کے اعتراف کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا، اور وہ اس سے انکار نہیں کر سکتے تھے۔

بیضاوی اس کی مزید وضاحت کرتے ہیں: "فَسَيَقُولُونَ اللَّهُ إذ لا يقدرون على المكابرة و العناد في ذلك لفرط وضوحه"۔[22] بیضاوی کے مطابق، ان کا یہ اعتراف حقیقت کے اس قدر واضح ہونے کی وجہ سے تھا کہ وہ ہٹ دھرمی اور انکار نہیں کر سکتے تھے۔

ڈاکٹر وہبہ الزہیلی لکھتے ہیں:

"هذه الأسئلة الخمسة لا يملك المشركون إلا أن يقولوا: إن الفاعل هو اللّه، و أن يجيبوا بأن الموجد و المعدم هو اللّه تعالى، بلا تردد و لا شك، و من غير مكابرة و عناد في ذلك، لفرط وضوح الأمر، و لأنه لا جواب في الواقع غيره"۔[23] یہ پانچوں سوالات ایسے ہیں جن کے جواب میں مشرکین کے پاس سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں کہ وہ کہیں کہ ان سب کے پیچھے اللہ ہی کا فعل ہے۔ یعنی وجود دینے والا اور اسے ختم کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے، بغیر کسی شک و تردد اور ہٹ دھرمی کے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حقیقت اس قدر واضح ہے کہ اس کا کوئی متبادل جواب موجود نہیں۔

یہ بات قابل غور ہے کہ اگر بر فرض، مجبوری کے تحت کیے گئے یہ اعترافات ایمان کا درجہ حاصل کر لیتے ہوں، اور مشرکین کے اللہ کی ربوبیت میں وحدانیت پر یقین کو ان اعترافات سے ثابت بھی کیا جا سکے، تب بھی اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ پہلے سے ربوبیت میں موحد تھے۔ اس کے برعکس، یہ تو محض اقرار کے بعد ظاہری ایمان کو ثابت کرتا

ہے، بشرطیکہ وہ فکری اور عملی طور پر ان اعترافات کے پابند رہیں۔ کیونکہ ایمان میں اعتراف کے ساتھ ساتھ میلان قلبی بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔

دوسرا نظریہ

دوسرے نظریے کے مطابق، اس قسم کے اعترافات عقل، منطق اور فطرت کی آواز ہیں۔ یعنی اگر انسان اپنی عقل و منطق کا صحیح استعمال کرے تو یہ اعترافات ضروری طور پر ہونے چاہئیں۔ تاہم، اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ مشرکین نے عملی طور پر اپنی فطرت اور ضمیر کی آواز سنی ہو۔

مثال کے طور پر، فتح القدیر میں شوکانی کہتے ہیں:

"فَسَيَقُولُونَ اللَّهُ أی: سیکون قولهم فی جواب هذه الاستفهامات: إن الفاعل لهذه الأمور هو اللّه سبحانه إن أنصفوا و عملوا علی ما یوجبه الفکر الصحیح، و العقل السلیم"۔[24] " رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوالات پر (کہ روزی دینے والا، سماعت و بصارت کا مالک، اور زندہ کو مردہ سے اور مردہ کو زندہ سے باہر نکالنے والا کون ہے؟) وہ جواب دیں گے کہ اللہ۔ اس تشریح کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ انصاف کریں اور صحیح سوچ اور عقل سلیم کے مطابق عمل کریں تو انہیں ایسے اعترافات کرنے چاہئیں۔"

شوکانی کی اس تشریح سے معلوم ہوتا ہے کہ ان اعترافات کا ذکر منطقی تقاضے کے طور پر ہے، نہ کہ یہ کہ مشرکین نے حقیقتاً عقل و منطق کے مطابق عمل کیا ہو۔ قرآن نے مشرکین کو اندھے، بہرے اور گونگے قرار دیا ہے، جس سے ان کی عقل اور منطق کی کمی ظاہر ہوتی ہے۔(02: 170، 171) اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ اپنی آباؤ اجداد کی تقلید میں مبتلا تھے اور عقل و منطق کی آواز پر کم ہی دھیان دیتے تھے۔

قرطبیؒ نے اپنی تفسیر میں دونوں امکانات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے: "فَسَيَقُولُونَ اللَّهُ: لأنهم كانوا يعتقدون أن الخالق هو الله، أو فسيقولون هو الله إن فكروا وأنصفوا"۔[25] قرطبیؒ کے مطابق، مشرکین اعتراف کریں گے کہ خالق اللہ ہے، یا اس لیے کہ ان کا عقیدہ تھا کہ خالق خدا ہے۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ اگر وہ سوچ بچار کریں اور انصاف سے کام لیں تو اس نتیجے پر پہنچیں گے۔

امام صادق علیہ السلام کی روایت کے مطابق، خدا کی خالقیت کا اقرار ان کی خالص انسانی فطرت سے تعلق رکھتا ہے، لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ مشرکین نے بالفعل اس کا اظہار بھی کیا ہو۔[26] اس احتمال کو قبول کرنے کی صورت میں قرآنی آیات میں ان اعترافات کے وقوع پذیر ہونے کی کوئی واضح تصریح موجود نہیں ہے، بلکہ ان کے وقوع یا عدم وقوع کو دیگر شواہد و قرائن سے ثابت کرنا ہو گا۔

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ مشرکین کے متعلق توحید فی الربوبیت کا دعویٰ محض ابن عبد الوہاب کا نظریہ نہیں ہے۔ اس دعوے کی جڑیں ابن قیم اور ابن کثیر کی تفسیروں میں دیکھی جا سکتی ہیں۔[27] چنانچہ ابن قیم کہتے ہیں: "و هو

توحيد الربوبية، الذی اعترف به مشركو العرب، و لم يخرجوا به من الشرك"۔[28] "ترجمہ: "اور وہ توحید ربوبیت ہے، جسے مشرکین عرب تسلیم کرتے تھے، مگر اس کے باوجود وہ شرک سے باہر نہیں نکلے تھے۔"

مندرجہ بالا بحث سے واضح ہوتا ہے کہ مشرکین کی توحید فی الربوبیت کے دعوے پر متعدد اعتراضات موجود ہیں۔

1۔ ان اعترافات کی نوعیت محض عقل و منطق کا تقاضا ہے، نہ کہ عملی اعتراف۔

2۔ ان کا یہ اقرار مجبوری کے تحت تھا، جو قلبی ایمان کی دلیل نہیں بن سکتا۔

3۔ اکثر مفسرین نے ان اعترافات کو یا تو احتمالی قرار دیا یا پھر فطری تقاضا قرار دیا ہے، جس کا عملی اظہار مشرکین کی زندگی میں کم ہی نظر آتا ہے۔ یوں، محمد بن عبد الوہاب کے نظریے کی جڑیں بعض میانی صدیوں کے علماء کی آراء میں ضرور ملتی ہیں، لیکن بہر کیف، یہ نظریہ اکثر مفسرین کے ہاں مقبول نہیں ہے۔

2.2.1 توحید فی الربوبیت کے متعلق مشرکین کی متضاد باتیں

تیسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ عام طور پر ان کے اکثر اعترافات کی سطح کائنات کے بڑے بڑے امور ہیں، اگرچہ کچھ اعترافات نچلے درجے کو بھی شامل ہیں، جیسے کہ (من يرزقكم من السماء و الارض، یعنی تمہیں آسمانوں اور زمین سے رزق کون دیتا ہے) اس کا تعلق انسانی امور سے ہے؛ تاہم اس کے نقضی موارد کیونکہ خود قرآن کریم میں موجود ہیں، جو مشرکین کی طرف منسوب کیے گئے ہیں اس لیے اس سطح پر کیے جانے والے اقرار حقیقی نہیں ہیں، اور ان کے توحید ربوبی پر ایمان کا باعث نہیں بنتے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ اگلی آیت میں واضح طور پر اس نکتے پر توجہ دی گئی ہے۔ فرمایا " فَذَٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلاَّ الضَّلاَلُ فَأَنَّىٰ تُصْرَفُونَ" (32:10) ترجمہ: " تمہارا حقیقی پروردگار اللہ ہے (نہ کہ یہ بت) پس تم کدھر کھنچے چلے جا رہے ہو"، اگلی آیت میں فرمایا "أَنَّهُمْ لاَ يُؤْمِنُونَ" وہ ایمان نہیں رکھتے؛ درحقیقت وہ ربوبیت کو ویسے نہیں مانتے جیسا کہ انبیاء چاہتے ہیں، اور ان کا اصل مسئلہ اپنے گمان کی پیروی کرنا ہے، جس کی جڑیں ان کے اپنے باپ دادا کی تقلید اور پیروی میں پیوست ہیں، اور حسن اتفاق سے اس سے اگلی آیت میں اسی جانب متوجہ کیا گیا ہے؛ (10: 31-36) جیسا کہ مراغی کہتے ہیں: آیت (وَمَا يَتَّبِعُ أَكْثَرُهُمْ إِلاَّ ظَنًّا) مشرکین کی اعتقادی حالت کا بیان ہے، جن کی اکثریت اپنے باپ دادا کی تقلید کرنے والی تھی اور ان کے اعمال و عقیدے کو واقعی صحیح اور برحق سمجھتے تھے اور اس گمان پر عمل کرتے تھے، چنانچہ وہ لکھتا ہے: "يقلدون الآباء اعتقادا منهم أنهم لا يكونون على باطل فی اعتقادهم، و لا ضلال فی أعماله"۔[29]

2.2.2 قرآنی مثالیں

ربوبیت کا مطلب، مالکیت اور تدبیر کائنات ہے[30] قرآن کریم میں متعدد شواہد موجود ہیں جن سے یہ اندازہ ہوتا

ہے کہ مشرکین بتوں کو بعض پہلوؤں میں اللہ کے برابر درجہ دیتے تھے۔

الف: مالکیت کائنات

یہ بات قابل غور ہے کہ مشرکین، جو اعتراف کرتے تھے کہ "ملکوت کل شیء بیدہ" (یعنی ہر چیز کی بادشاہی اور مالکیت اللہ کے ہاتھ میں ہے)، وہی مشرکین فائدہ اور نقصان پہنچانے کا اختیار بتوں کو بھی دیتے تھے۔ چنانچہ قرآن کریم انہیں خبردار کرتے ہوئے فرماتا ہے:

"لاَ يَمْلِكُونَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنكُمْ وَلاَ تَحْوِيلاً" (56:17) ترجمہ: "یہ بت تم سے نہ ضرر کو دور کر سکتے ہیں اور نہ ہی اس کا رخ موڑ سکتے ہیں۔"

زمانہ جاہلیت کے مشرکین کے فکری اضطراب کی علامت یہ بھی تھی کہ وہ ایک طرف تو بتوں کو خدا کی مملوکت تصور کرتے تھے، لیکن دوسری طرف ان بتوں کو اللہ کا برابر کا شریک بھی گردانتے تھے۔ یہ بات سورہ روم کی آیت 28 میں واضح ہوتی ہے:

> "ضَرَبَ لَكُم مَّثَلًا مِنْ أَنفُسِكُمْ هَل لَّكُم مِّن مَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُم مِّن شُرَكَاءَ فِي مَا رَزَقْنَاكُمْ فَأَنتُمْ فِيهِ سَوَاءٌ تَخَافُونَهُمْ كَخِيفَتِكُمْ أَنفُسَكُمْ"
>
> ترجمہ: "اس نے تمہارے لیے تمہاری اپنی ذات سے ایک مثال پیش کی ہے: کیا تمہارے غلام، جو تمہارے قبضے میں ہیں، تمہارے رزق میں شریک ہیں کہ تم ان کے ساتھ برابر ہو جاؤ اور تمہیں ان کا ایسا ہی خوف ہو جیسا کہ تمہیں اپنوں کا خوف ہوتا ہے؟"

اس آیت میں مشرکین کے شرکیہ عقائد پر انتہائی واضح انداز میں تنقید کی گئی ہے۔ آیت میں "مَلَكَتْ أَيْمَانُكُم" کی تعبیر بتاتی ہے کہ مشرکین بتوں کو خدا کی ملکیت مانتے تھے۔ لیکن "شُرَكَاءَ فِي مَا رَزَقْنَاكُمْ" کے ذریعے اس شراکت داری کی نفی کی گئی ہے کہ تم کیسے بتوں کو خدا کا شریک گردانتے ہو، حالانکہ اپنے غلاموں کو اپنے مال میں برابر شریک نہیں کرتے۔

اسی طرح "فَأَنتُمْ فِيهِ سَوَاءٌ" مشرکین کے اس تصور کو نمایاں کرتا ہے کہ وہ بتوں اور خدا کو برابر کا شریک مانتے تھے۔ وہ پہلے مرحلے میں بتوں کو خدا کی مملوک تصور کرتے، لیکن بعد ازاں وہ اس حد تک چلے گئے کہ ان بتوں کو اللہ کی ملکیت میں شریک ٹھہرا دیا۔ اس اعتقاد کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ وہ بتوں سے ویسے ہی خوف کھاتے تھے جیسے اللہ سے خوف کھانا چاہیے۔ قرآن کریم اس پر سوال اٹھاتا ہے کہ تم اپنے غلاموں سے ویسا خوف نہیں کھاتے تو پھر اللہ کے بارے میں یہ توقع کیوں رکھتے ہو کہ وہ بتوں کو اپنا برابر شریک بنا دے؟

ابن عاشور مشرکین کے نظریاتی اضطراب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"لأنهم لما جعلوا للّه شركاء فقد جعلوها غير مملوكة للّه. و لا يدفع عنهم ذلك أنهم يقولون: ما نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيقَرِّبُونا إِلَى اللَّهِ زُلْفى لأن ذلك اضطراب و خبط"[31] ترجمہ: "کیونکہ جب مشرکین نے بتوں کو اللہ کا شریک قرار دیا تو در حقیقت وہ ان کو خدا کا مملوک نہیں سمجھتے تھے۔ ان کا یہ کہنا بھی عذر نہیں بن سکتا کہ 'ہم ان کی عبادت صرف اللہ تک پہنچنے کے لیے کرتے ہیں'، کیونکہ یہ اضطراب اور الجھن کی نشانی ہے۔"

ب: امور عالم کی تدبیر

وہ مشرکین جو امورِ کائنات کے متعلق یہ اقرار کرتے نظر آتے ہیں کہ: "وَمَن يُدَبِّرُ الْأَمْرَ فَسَيَقُولُونَ اللّہ" (31:10) (یعنی اگر ان سے پوچھا جائے کہ تدبیر امور کون کرتا ہے تو وہ اللہ کا نام لیں گے)، انہی کے بارے میں قرآن کریم یہ وضاحت کرتا ہے کہ وہ اپنی فتح (74:36) اور عزت (41:19) کے لیے بتوں کی پناہ لیتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا یہ اقرار حقیقی نہ تھا اور نہ ہی یہ دلی ایمان کا باعث بنتا تھا۔ اسی لیے قرآن کریم نے ان کے خود ساختہ معبودوں کی خالقیت کے تصور کو رد کرتے ہوئے فرمایا:

"مَا كَانَ مَعَهُ مِنْ إِلَهٍ إِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ إِلَهٍ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ"

ترجمہ: "خدا نے اپنے ساتھ کوئی معبود نہیں بنایا، کہ اگر وہاں کوئی اور معبود ہوتا تو وہ اپنی تخلیق کردہ چیزوں کو لے جاتا اور ایک دوسرے پر برتری جوئی کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ جاری رہتا۔"

اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ مشرکین ہر معبود کو خالقیت کی طاقت رکھنے والا تصور کرتے تھے۔ مزید دلچسپ امر یہ ہے کہ یہ آیت مشرکین کے اللہ کی خالقیت کے اقرار کے فوراً بعد بیان ہوئی، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا اللہ کی خالقیت کا اعتراف محدود اور سطحی تھا، جو بتوں کی محدود خالقیت کے اعتقاد کی تردید کا باعث نہ بنتا تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے استدلال میں بھی یہ نکتہ سامنے آتا ہے جہاں انہوں نے فرمایا: "أَأَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُونَ خَيْرٌ أَمِ اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ" (39:12) ترجمہ: "کیا متفرق ارباب بہتر ہیں یا خدائے واحد قہار؟" اس استدلال کا ماحصل یہ ہے کہ مشرکین کے عقیدے میں متفرق خدا تھے، اور ہر ایک اپنے مخصوص دائرہ کار میں معاملات کی تدبیر کرتا تھا۔

2.2.3 بتوں کی ربوبیت پر یقین کے تاریخی نمونہ جات

ذیل میں چند تاریخی نمونے ذکر کیے جاتے ہیں جن سے مشرکین کے اندر پائے جانے والے "شرک فی الربوبیت" کا اندازہ ہوتا ہے۔

2.2.3.1 متعدد ارباب کی صراحت

قصی بن کلاب، جو قریش کو مکہ کی سرداری واپس دلانے میں ایک کلیدی کردار رکھتے تھے، نے دار الندوہ قائم کیا اور کعبہ کی خدمت کے لیے مختلف مناصب کو قریش کے خاندانوں میں تقسیم کیا۔[32] قصی اپنی قوم کو بتوں کی عبادت

سے منع کرتے ہوئے یہ اشعار پڑھا کرتے تھے:

"أ ربّا واحدا أم ألف رب ... أدين إذا تقسّمت الأمور؛

تركت اللات والعزى جميعا ... كذلك يفعل الرجل البصير" [33]

(ترجمہ: "کیا میں ایک رب کو مانوں یا ہزار رب کو، جب کہ معاملات منقسم اور غیر منظّم ہو جائیں؟ میں نے لات اور عزیٰ کو چھوڑ دیا، اور بابصیرت انسان یہی کرتا ہے۔")

یہ اشعار دو پہلوؤں سے اہم ہیں

1. یہ مشرکین کے ہاں بتوں کی ربوبیت کے تصور کو ثابت کرتے ہیں۔
2. یہ اس تصور کو ایک عقیدتی مسئلے کے طور پر پیش کرتے ہیں، جبکہ محمد بن عبدالوہاب کا دعویٰ ہے کہ مشرکین کا مسئلہ عملی انحراف تھا، نہ کہ عقیدتی [34] [45]۔

2.2.3.2 بت بمقابلہ اللہ

ابو سفیان نے غزوۂ احد کے موقع پر نعرہ لگایا: "اعل هبل! اعل هبل!" (بلند ہو ہبل! بلند ہو ہبل!)

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا: "أجيبوه" (اس کا جواب دو!) صحابہ نے پوچھا: "ما نقول؟" (ہم کیا کہیں؟) آپ ﷺ نے فرمایا:

"قولوا: الله أعلى و أجل" (کہو: اللہ اعلیٰ اور برتر ہے)۔

ابو سفیان نے مزید کہا:

"الا لنا العزى و لا عزى لكم" (ہمارے پاس عزیٰ ہے اور تمہارے پاس کوئی عزیٰ نہیں ہے)۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "أجيبوه" (اس کا جواب دو!) صحابہ نے پوچھا: "ما نقول؟"

آپ ﷺ نے فرمایا: "قولوا: الله مولانا و لا مولى لكم" [35] ترجمہ: "کہو: اللہ ہمارا مولا ہے اور تمہارا کوئی مولا نہیں۔"

یہ واقعہ بتوں اور اللہ کے درمیان ربوبیت کے میدان میں تقابل کو واضح کرتا ہے۔ عزت اور برتری کا مسئلہ عبادت سے متعلق نہیں تھا بلکہ ربوبیت سے جڑا ہوا تھا۔ اگر مشرکین کے نزدیک بت محض وسیلے ہوتے تو ابو سفیان یہی کہتا کہ ہمارا مولا بھی اللہ ہے، فرق صرف یہ ہے کہ "عزیٰ" ہمارے اور اللہ کے درمیان ایک واسطہ ہے۔

مندرجہ بالا تاریخی اور قرآنی شواہد اس بات کی وضاحت کرتے ہیں کہ مشرکین کا اللہ کی ربوبیت کا اقرار محدود اور غیر حقیقی تھا۔ وہ بتوں کو متفرق ارباب اور خالقیت و تدبیر کے حامل سمجھتے تھے۔ یہی فکری اضطراب ان کے شرکیہ عقائد کا مرکز تھا، جسے قرآن حکمت اور دلیل کے ساتھ رد کرتا ہے۔

ابن عاشور نے "لِيَكُونُوا لَهُمْ عِزًّا" کے ذیل میں اسی روایت کی طرف اشارہ کیا ہے،[36] جس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ ان کی نظر میں جنگ میں لائے جانے والے بت محض اللہ کے تسلسل میں ایک وسیلہ اور واسطہ نہیں تھے، بلکہ وہ مشرکین کے لیے ایک مستقل رب کی حیثیت رکھتے تھے، جو خدا کے مدِ مقابل تصور کیے جاتے تھے۔ قرآن کریم اسی حقیقت کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتا ہے: "آللّٰهُ خَيْرٌ أَمَّا يُشْرِكُونَ" (59:27) ترجمہ: "کیا اللہ بہتر ہے یا وہ بت جنہیں وہ شریک کے طور پر پیش کرتے ہیں؟" یہ صریح تقابل بتوں اور اللہ کے درمیان قائم کیا گیا ہے، جس سے یہ بات مزید واضح ہو جاتی ہے کہ مشرکین اپنے بتوں کو ایک مستقل حیثیت دیتے تھے۔

2.2.3.3 بتوں کی قدرت کا تصور: ابو جہل اور زنیرہ کی روایت

بلاذری نے ایک روایت میں ابو جہل کا عقیدہ یوں بیان کیا ہے: "قالوا ... وكانت زنّيرة قد عذّبت حتى عميت. فقال لها أبو جهل: إنّ اللات والعزّى فعلتا بك ما ترين" ترجمہ: "زنیرہ کو اتنا ستایا گیا کہ وہ نابینا ہو گئی۔ ابو جہل نے اس سے کہا: لات اور عزی نے تمہارے ساتھ یہ کیا ہے جو تم دیکھ رہی ہو۔"

اس کے جواب میں زنیرہ نے کہا، جب کہ وہ انہیں دیکھنے کے قابل نہ تھی: "وما تدرى اللات والعزّى، من يعبدُهما ممن لا يعبدُهما، ولكن هذا أمر من السماء، وربّي قادر على أن يردّ بصري"[37] ترجمہ: "لات اور عزی کو کیا خبر کہ انہیں کون پوجتا ہے اور کون نہیں؟ یہ آسمان کی جانب سے ایک معاملہ ہے، اور میرا رب اس بات پر قادر ہے کہ میری بینائی لوٹا دے۔"

یہ روایت مشرکین کے تصورِ ربوبیت کو واضح کرتی ہے۔ ابو جہل نے نابینائی کو لات اور عزی کے اثر کا نتیجہ سمجھا، جبکہ زنیرہ نے اسے اللہ کے حکم اور قدرت سے منسوب کیا۔ ابن اثیر نے اس قول کو ابو جہل کے بجائے عمومی مشرکین کی طرف منسوب کیا ہے: "فقال المشركون: أعمتها اللات والعزّى لكفرها بهما"[38] ترجمہ: "مشرکوں نے کہا: لات اور عزی نے اسے اندھا کر دیا کیونکہ اس نے ان سے کفر کیا تھا۔"

یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ بتوں کو قدرت و اختیار کا حامل سمجھنا محض ابو جہل کا عقیدہ نہ تھا بلکہ مشرکین کی عمومی ذہنیت کی عکاسی کرتا تھا۔

2.2.3.5 بیماری اور شفایابی میں لات و عزی کی قدرت پر یقین

ضمام بن ثعلبہ، جو اپنی قوم کا نمائندہ بن کر مدینہ آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گفتگو کے بعد ایمان لے آیا، جب وہ اپنے قبیلے میں واپس لوٹا تو اس نے لات اور عزی کو برا بھلا کہا۔ قبیلے والوں نے اس کے جواب میں کہا: "مه يا ضمام، اتّق البرص، اتّق الجذام، اتّق الجنون" ترجمہ: "اے ضمام! کوڑھ، برص اور

پاگل پن سے بچو۔" ضمام نے جواب میں کہا: "ويلكم! إنهما والله ما تضرّان وما تنفعان"[39] ترجمہ: "تم پر افسوس ہے! خدا کی قسم یہ دونوں نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ فائدہ دے سکتے ہیں۔"

یہ روایت اس بات کا ثبوت ہے کہ مشرکین بیماری اور شفایابی میں بتوں کی قدرت کے قائل تھے۔ اس کے برعکس حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حوالے سے قرآن میں بیان ہوا ہے کہ شفایابی اللہ کے ہاتھ میں ہے: "وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ" ترجمہ: "اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے۔" یہاں مشرکین کا عقیدہ بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ وہ لات اور عزی کو نقصان و فائدے کا اختیار رکھتے ہوئے مستقل طاقتور ہستیاں تصور کرتے تھے۔

مندرجہ بالا شواہد یہ ثابت کرتے ہیں کہ مشرکین کا تصورِ ربوبیت محمد بن عبد الوہاب کے دعوے کے برعکس تھا۔ ان کا شرک محض غلو اور مبالغہ آرائی کا نتیجہ نہ تھا، بلکہ اس کی بنیاد بتوں کی ربوبیت پر ایمان اور انہیں قدرت و اختیار کا حامل سمجھنے پر تھی۔ مشرکین کے عقیدے میں توحید فی الربوبیت موجود نہیں تھی، کیونکہ وہ بتوں کو اللہ اور اپنی حاجت کے درمیان محض ایک سفارشی وسیلہ نہیں سمجھتے تھے، بلکہ انہیں مستقل حیثیت دے کر طاقت و قدرت کا مالک گردانتے تھے۔

2.3 انبیاء کی توحیدی دعوت کی نوعیت

محمد بن عبد الوہاب کی دلیل کا تیسرا ستون، درحقیقت، ان دو مقدمات کا نتیجہ ہے جو پہلے بیان کیے گئے ہیں۔ یعنی یہ نتیجہ بذاتِ خود مستقل طور پر قائم نہیں کیا جا سکتا۔ محمد بن عبد الوہاب کے مطابق شرک کی بنیادی وجہ صالحین میں غلو ہے، اور مشرکین توحید فی الربوبیت کے قائل ہونے کے باوجود شرک میں مبتلا ہوئے۔ اس کی نظر میں مشرکین کی تمام عبادات کا خلاصہ وسائط کو پکارنے اور اللہ اور مخلوق کے درمیان واسطہ گری کے تصور میں مضمر ہے۔ اس کے نزدیک بت پرستی کا تصور صرف نذر، ذبح، دعا وغیرہ جیسے اعمال کے ذریعے بتوں کی شفاعت طلب کرنے اور ان سے سفارش کے حصول تک محدود ہے۔ چنانچہ وہ انبیاء علیہم السلام کی دعوت کا خلاصہ بھی اسی وسائط کی عبادت کے انکار میں کرتا ہے اور اللہ کی خالص عبادت کو اسی نکتے پر مرکوز کرتا ہے۔ یہاں ہم اس کی دلیل کے آخری مرحلے پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔

انبیاء کرام کی دعوت کا جو حقیقی خلاصہ قرآن سے واضح ہوتا ہے، وہ غیر اللہ کی ربوبیت اور الوہیت دونوں کا انکار ہے، نہ کہ وسائط کے تصور کا مکمل ابطال۔ ایک نکتے سے دوسرے نکتے پر بغیر دلیل منتقل ہونا درست نہیں۔ قرآن کی روشنی میں، بتوں کی حیثیت مشرکین کے اقرار کے مطابق دیوتا اور رب کی سی تھی، اور یہ لازمی طور پر ان کی معبودیت کا نتیجہ تھا۔ مشرکین انسانی مسائل و مصائب میں بتوں کو نفع و نقصان کا مالک سمجھتے تھے اور اسی سطح پر ان کے خالق اور مالک ہونے کے بھی قائل تھے۔ چنانچہ انبیاء علیہم السلام کی دعوتِ توحید کا اصل مقصد بتوں کو ان تمام حیثیات کے ساتھ ختم کرنا تھا۔ اس بنیاد پر، بت پرستی کا معیار بتوں کی ربوبیت پر یقین ہے۔ اگر کوئی اللہ کو

"رب العالمین" کے طور پر تسلیم کرتا ہے، تو پھر قرآن کے مطابق اللہ کی طرف سے مقرر کردہ مجاز ہستیاں واسطہ گری کر سکتی ہیں، جیسا کہ شفاعت کے مقام کو قرآن نے تسلیم کیا ہے۔ یہ حقیقت بھی اپنی جگہ ہے کہ مسلمانوں کی اکثریت اسی عقیدے پر ایمان رکھتی ہے، یعنی اللہ کی توحید کو قائم رکھتے ہوئے اللہ کی جانب سے مجاز واسطہ ہستیوں کی شفاعت کو قبول کرتی ہے۔

2.3.1 انبیاء کرام علیہ السلام کی دعوت توحیدِ ربوبیت کا بیان

قرآن کریم پر مجموعی نظر ڈالنے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ انبیاء علیہم السلام نے اپنی دعوت کا محور اللہ کی ربوبیت کو بنایا اور لوگوں کو "رب العالمین" کی طرف بلایا۔ "رب العالمین" کا تصور جامعیت اور ہمہ گیری پر مبنی ہے، جو بلا استثناء تمام مخلوقات اور کائنات کے ہر پہلو کو محیط ہے۔ یہ تصور مشرکین کی اس فکر کے خلاف تھا، جو دنیا کے بعض امور اور خاص طور پر انسانی معاملات پر بتوں کے تسلط کے قائل تھے۔

قرآن میں انبیاء کی دعوت میں "رب العالمین" کا ذکر تسلسل کے ساتھ ملتا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام فرماتے ہیں: " وَلَكِنِّي رَسُولٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ" (61:7)۔ یہی بات حضرت ہود علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت میں بھی دہرائی گئی ہے۔ (7: 104،67) فرعون، جو خود ربوبیت کا دعویٰ رکھتا تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام سے سوال کرتا ہے: " وَمَا رَبُّ الْعَالَمِينَ؟" (23:26) گویا اس کے لیے " رَبُّ الْعَالَمِينَ " کا تصور اجنبی اور ناقابلِ فہم تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی دعوت میں فرماتے ہیں: "کہ میں رب العالمین کے سامنے سر تسلیم خم کرتا ہوں" (132:2)، اور یہی نصیحت انہوں نے اپنے بیٹوں کو بھی کی۔ اسی طرح حضرت یعقوب علیہ السلام نے بھی اپنے بچوں کو یہی وصیت فرمائی۔ (133:2)۔ مزید برآں، جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں جادوگر ایمان لائے تو انہوں نے کہا: "آمَنَّا بِرَبِّ الْعَالَمِينَ" (121:7)۔ سورۃ فاتحہ، جو مسلمان دن میں کئی مرتبہ نماز میں دہراتے ہیں، میں "رب العالمین" کا اقرار ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ انبیاء کی دعوت محض توحید فی العبادت (اللہ کی خالص عبادت) تک محدود نہ تھی، بلکہ توحید فی الربوبیت بھی اس دعوت کا لازمی اور بنیادی جز تھا۔ یہ حقیقت اس بات کی تصدیق کرتی ہے کہ "شرک فی العبادت" کی جڑیں دراصل "شرک فی الربوبیت" میں پیوست ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اسی بنیاد پر فرماتے ہیں: " إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ" (162:6)۔ اس آیت کے مطابق عبادات اور مناسک میں خلوص کا سرچشمہ اللہ کی ربوبیت پر کامل یقین ہے۔ دوسری طرف مشرکین کا یہ حال تھا کہ وہ اللہ کو "رب العالمین" کے طور پر تسلیم نہیں کرتے تھے۔ قرآن قیامت کے دن مشرکین کے اعتراف کو یوں نقل کرتا ہے: " إِذْ نُسَوِّيكُم بِرَبِّ الْعَالَمِينَ" (98:26)۔

یہ تمام شواہد اس حقیقت کو واضح کرتے ہیں کہ "رب العالمین" کا عقیدہ توحید فی الربوبیت کی اصل بنیاد ہے، اور مشرکین اس تصور کے منکر تھے۔

2.3.2 "رب العالمین" کے خلاف قریش کا سخت موقف

واحدی نے اپنی سند کے ساتھ ابن عباس سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں کھڑے ہو کر فرمایا: "بسم اللہ الرحمن الرحیم، الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ"۔ یہ سننا تھا کہ قریش نے انتہائی توہین آمیز انداز میں جواب دیا: "دقَّ اللَّه فاك" یا کچھ اسی قسم کے الفاظ کہے، جیسا کہ حسن اور قتادہ نے ذکر کیا ہے۔[40] یہ روایت واضح کرتی ہے کہ مشرکین کو "رب العالمین" کے تصور سے خاص چِڑ تھی۔ بعض مفسرین نے یہ بھی احتمال ظاہر کیا ہے کہ انہیں لفظ "رحمان" سے اختلاف تھا، کیونکہ ان کے نزدیک یہ یمن کے خدا کا نام تھا۔[41]

یہ واقعہ اس حقیقت کی مزید تصدیق کرتا ہے کہ مشرکین "رب العالمین" کے تصور کو تسلیم کرنے پر آمادہ نہ تھے اور اس تصور نے ان کے عقائد میں موجود شرک کی بنیادوں کو چیلنج کیا تھا۔

2.3.3 "رب العالمین" کا ابراہیمی تصور

قرآن کریم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبانی "رب العالمین" کی صفات کا تفصیلی بیان ملتا ہے، جو ربوبیت کے عملی پہلوؤں اور انسانی زندگی کے بنیادی امور سے جُڑا ہوا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام فرماتے ہیں: "رب العالمین وہ ہے جس نے مجھے پیدا کیا، میری رہنمائی کی، مجھے کھانا کھلایا اور میری پیاس بجھائی، اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو مجھے شفا بخشتا ہے۔ وہی مجھے زندہ کرے گا اور موت دے گا، اور قیامت کے دن میرے گناہوں کو بخش دے گا" (26: 77-82)۔ یہ بیان نہایت واضح طور پر ان مشرکانہ تصورات کی نفی کرتا ہے جو اللہ کی ربوبیت کو غیر اللہ میں تقسیم کرتے تھے۔ مشرکین ان امور میں بتوں کو شریک کرتے اور ان سے تدبیر و حاجت روائی کے طلبگار ہوتے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کی ربوبیت کو ان معاملات میں بھی خالص اور مطلق قرار دیا جہاں مشرکین نے شرک کے لیے راہ پیدا کی تھی۔

2.3.4 توحید فی العبادت اور توحید فی الربوبیت کا ناقابل تفریق ہونا

قرآن کریم کے مطابق انبیاء علیہم السلام کی دعوت میں توحید فی الربوبیت اور توحید فی العبادت کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ ان دونوں تصورات کو جدا کرنا محمد بن عبدالوہاب کی اختراع ہے جو قرآنی اصولوں سے ہم آہنگ نہیں۔[42] قرآن کی دلیل "برہانِ تمانع" اس بات پر قائم ہے کہ اگر کائنات میں کئی رب یا معبود ہوتے تو یہ نظام فاسد ہو جاتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا" (22:21)، یعنی اگر آسمان و زمین میں اللہ کے سوا کوئی اور الٰہ ہوتا تو یہ دونوں درہم برہم ہو جاتے۔ یہ استدلال دراصل مشرکین کے تصورِ ربوبیت کے رد

میں ہے، جس میں وہ معبودوں کو تدبیرِ کائنات کا حامل سمجھتے تھے۔ اسی دلیل کو قرآن ایک اور مقام پر مزید وضاحت سے بیان کرتا ہے: "مَا كَانَ مَعَهُ مِنْ إِلَٰهٍ إِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ إِلَٰهٍ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ" (91:23)، یعنی اگر اللہ کے ساتھ کوئی اور الٰہ ہوتا تو ہر الٰہ اپنی تخلیق کو لے کر الگ ہو جاتا اور ان کے درمیان برتری کی کشمکش پیدا ہو جاتی۔

اس آیت میں "الٰہ" کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے، جس کا تعلق عبادت کے ساتھ ساتھ ربوبیت کے تصرفات سے بھی ہے۔ خالقیت اور تدبیر کائنات بھی ربوبیت کی خصوصیات ہیں، اور ان کے بیان میں "الٰہ" یعنی معبود کا لفظ استعمال کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن کی رو سے الوہیت اور ربوبیت میں کوئی تفریق ممکن نہیں۔ لہٰذا، انبیاء علیہم السلام کی توحیدی دعوت نہ صرف شرک فی العبادت کی نفی پر مشتمل تھی بلکہ شرک فی الربوبیت کو بھی ختم کرنے کے لیے تھی۔ ربوبیت اور الوہیت کے درمیان تفریق کا کوئی تصور انبیاء کی دعوت میں موجود نہیں تھا، بلکہ یہ دونوں ایک ہی حقیقت کے دو پہلو ہیں جو اللہ کی وحدانیت پر دلالت کرتے ہیں۔

نتیجہ

مقالہ ہٰذا میں بیان شدہ شواہد و قرائن اس نتیجہ تک پہنچاتے ہیں کہ شرک فی العبادت کی بنیاد، صرف صالحین میں غلو یا ان کی تعظیم نہیں، بلکہ اس سے کہیں زیادہ عمیق اور پیچیدہ حقیقت پر مبنی ہے؛ یعنی بتوں کی ربوبیت پر یقین۔ یہ نظریہ اس مفروضے کو ردّ کرتا ہے کہ مشرکین محض وسائط کو اللہ تعالی کا قرب حاصل کرنے کے لیے وسیلہ سمجھتے تھے۔ قرآن مجید اور تاریخی شواہد کی روشنی میں یہ واضح ہے کہ اللہ کی ربوبیت کے حوالے سے مشرکین کے اعترافات، داخلی تضادات کا شکار تھے۔ مشرکین کے یہ اعترافات، ان کے عمومی رویے کے برعکس تھے۔ کیونکہ انسانی زندگی کے نفع و نقصان اور روزمرہ معاملات میں وہ بتوں کو حقیقی تصرف اور اختیار کا مالک سمجھتے تھے۔ یہی داخلی تضاد اس بات کا مظہر ہے کہ مشرکین کا ربوبیتِ الٰہی کے متعلق اعتراف ایک سطحی یا جزوی تصور تھا جو ان کی عملی زندگی میں غیر مؤثر تھا۔

اس کے بالمقابل انبیاء کرام علیہم السلام، اللہ کو رب العالمین ماننے کی دعوت دیتے تھے، جو ربوبیت کے ہمہ گیر اور مطلق تصور پر مبنی ہے۔ یہ جامع تصور اللہ تعالی کو تمام تصرفات اور اختیار کا واحد مالک قرار دیتا ہے اور ہر قسم کی ربوبی شراکت داری کو ردّ کرتا ہے۔ مشرکین کا یہ اعتقاد کہ بت نفع و نقصان کے مالک ہیں یا بعض معاملات میں ان کا اختیار خداوندِ عالم کے متوازی یا معاون ہے، انہیں شرک فی الربوبیت میں مبتلا کرتا تھا۔ لہٰذا، انبیاء علیہم السلام کی توحیدی دعوت کا ہدف وسائط کا عمومی انکار نہیں تھا، بلکہ غیر اللہ کی ربوبیت اور الوہیت سے انکار مقصود تھا۔ انبیاء کی دعوت اس حقیقت کو آشکار کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی توحید فی الربوبیت کا حقیقی اقرار ہی توحید فی

العبادت کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ اگر ربوبیت میں خلل یا شراکت کا تصور پیدا ہو جائے تو لازمی طور پر عبادت میں بھی شرک کا راستہ کھلتا ہے۔

اس تحقیق سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ مشرکین کی گمراہی صرف ظاہری رسوم یا غلو تک محدود نہیں تھی، بلکہ وہ بتوں کو ربوبی تصرفات میں حقیقی اختیار کا حامل سمجھتے تھے۔ انبیاء کرام نے اسی عقیدے کی تصحیح کی اور انسانیت کو ایک خالص، ہمہ گیر اور مطلق توحید کی طرف دعوت دی، جو "رب العالمین" کے اقرار کے بغیر ممکن نہیں۔ یہ گہری حقیقت اس نکتہ کو واضح کرتی ہے کہ توحید کا حقیقی فہم انبیاء کرام کی دعوت میں ربوبیتِ مطلقہ کے عقیدے سے مشروط ہے، جو ہر طرح کے شرک کی جڑ کو کاٹ دیتا ہے۔

*****

References

1. Muhammad ibn Abdul Wahhab, *Kashf al-Shubahat*, (Saudi Arabia, Wazarat al-Shun al-Islmia wa al-Hoqaaf wa al-Dawat al-Irshaad, 1418 AH), 3.

محمد ابن عبد الوہاب، *کشف الشبہات*، (عربستان، وزارۃ الشؤون الإسلامیۃ والأوقاف والدعوۃ والإرشاد، 1418)، 3۔

2. Ibid.

ایضاً۔

3. Muhammad ibn Abdul Wahhab, *Kitab al-Tawhid*, Tehqeeq: Abdul Aziz ibn Abdul Rahman, (Riyadh, Nasher Imam Muhammad ibn Saud University Press, nd), 56.

محمد ابن عبد الوہاب، *کتاب التوحید*، تحقیق: عبد العزیز بن عبد الرحمٰن، (ریاض، نشر جامعۃ الأمام محمد بن سعود، سن ندارد)، 56۔

4. Muhammad ibn Abdul Wahhab, Mukhtaser Seerat al-Rasool (PBUH), (Riyadh, Wazarat al-Shun al-Islmia wa al-Hoqaaf wa al-Dawat al-Irshaad, 1418 AH), 13.

محمد ابن عبد الوہاب، ، *مختصر سیرۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم*، (ریاض، وزارۃ الشؤون الإسلامیۃ والأوقاف والدعوۃ والإرشاد، 1418ق)، 13۔

5. Muhammad ibn Abdul Wahhab, *Kashf al-Shubahat*,3.

محمد ابن عبد الوہاب، *کشف الشبہات*، 3۔

6. Muhammad ibn Abdul Wahhab, *al-Rasool al-Shakhsiat (Khatoot)*, Tehqeeq: Salih al-Fawzan and Muhammad ibn Salih al-Uqili, (Riyadh, Jamia tul Imam Muhammad ibn Saud, nd), Letter No. 8, pp. 53-54.

محمد ابن عبدالوہاب، الرسائل الشخصیۃ (خطوط)، تحقیق: صالح الفوزان و محمّد بن صالح العقیلی، (ریاض، جامعۃ الامام محمّد بن سعود، سن ندارد)، خط نمبر 8، ص 53-54۔

7. Muhammad ibn Abdul Wahhab, *Kashf al-Shubahat*,4.

محمد ابن عبدالوہاب، کشف الشبہات، 4۔

8 .Ibid, 3.

ایضاً، 3۔

9. Muhammad ibn Abdul Wahhab, bn Sulaiman Al-Tamimi Al-Najdi, *Risalat Hawwal Mahina La ilaha illa Allah*, (nc, Kitab Manshur Ali Mohqah Wazaarat Ohqaaf al- Saudia Badoon Bianaat, nd), 2.

محمد ابن عبدالوہاب، بن سلیمان التمیمی النجدی, رسالۃ حول معنی لا إلہ إلا اللہ، (شہر ندارد، الکتاب منشور علی موقع وزارۃ الأوقاف السعودیۃ بدون بیانات، سن ندارد)، 2۔

10. Muhammad ibn Abdul Wahhab, *Kashf al-Shubahat*, 6.

محمد ابن عبدالوہاب، کشف الشبہات، 6۔

11. Muhammad ibn Abdul Wahhab, *al-Rasool al-Shakhsiat (Khatoot)*, 53.

محمد ابن عبدالوہاب، الرسائل الشخصیۃ (خطوط)، 53۔

12. Hisham bn Muhammad, Kalbi, *Al-Asnam*, Tehqeeq: Ahmad Zaki Basha, Chaap II, (Cairo, Afst Tehran, 1364 SH), 9-11.

ہشام بن محمد، کلبی، الأصنام، تحقیق: احمد زکی باشا، چھاپ دوم، (القاہرۃ، افست تہران نشر نو، 1364ش)، 9-11۔

13. Ali bn Muhammad, Mawardi, *Tafsir al-Mawardi al-Naqt al-Ayun*, Tehqeeq: Syed Ibn Abdul Maqsood bn Abdul Rahim, Vol. 6 (Beirut, Dar al-Kitab al-Alamia, nd), 104.

علی بن محمد، ماوردی، تفسیر الماوردی النکت والعیون، محقق: سید ابن عبدالمقصود بن عبدالرحیم، ج6، (بیروت، دار الکتب العلمیۃ، سن ندارد)، 104۔

14. Ibn Qutiba, Abdullah Ibn Muslim, *Gharib al-Qur'an*, Vol.1 (nc, Daral Kutib al-Illmia, 1398 SH/1978), 487; Muhammad bn Ismail, Bukhari, *Sahih al-Bukhari*, Tehqeeq: Muhammad Zuhair bn Nasir, Vol. 6, (Beirut, Dar Tuq al-Najat, 1422 AH), 160, Adith# 4920; Ibn Abi Hatim, Razi, *Tafsir al-Qur'an al-Azeem Ibn Abi Hatim*, Tehqeeq: Asad Muhammad al-Tayyib, Chaap IV, Vol. 10, (Arabistan, Maktaba Nizar Mustafa al-Baz, 1419 AH), 3376.

ابن قتیبہ، عبداللہ بن مسلم، غریب القرآن، ج1، (شہر ندارد، دار الکتب العلمیۃ، 1398ھ/1978)، 487؛ محمّد بن اسماعیل، بخاری، صحیح البخاری، تحقیق: محمد زہیر بن ناصر، ج6، (بیروت، دار طوق النجاۃ، 1422ق)، 160، رقم

الدیث4920؛ ابن ابی حاتم، رازی، *تفسیر القرآن العظیم لابن ابی حاتم*، تحقیق: اِسعد محمد الطیب، چھاپ سوّم، ج10، (عربستان، مکتبۃ نزار مصطفیٰ الباز، 1419ق)، 3376۔

15. Muhammad ibn Jarir, Tebri, *Jamia al-Bayan fi Ta'wil al-Qur'an*, Tehqeeq: Ahmad Muhammad Shakir, Vol. 23, (Beirut, Mas'at al-Risalah, 1420 AH), 639; Ahmad, Tha'labi, *Al-Khashf wal-Bayan 'an Tafsir al-Qur'an*, Tehqeeq: Imam Abu Muhammad ibn Ashur, Vol. 10, (Beirut, Dar Ihya' al-Turaht al-Arabi, 1422 AH), 46; Ibn Kathir, Ismail, *Tafsir al-Qur'an al-Azeem*, Tehqeeq: Sami ibn Muhammad Salamah, Chaap II, Vol. 8, (Beirut, Dar Tayyaba Lilnasher wa al-tawazei, 1420 AH), 235.

محمّد بن جریر، طبری، *جامع البیان فی تأویل القرآن*، تحقیق: اِحمد محمد شاکر، ج23، (بیروت، مؤسسۃ الرسالۃ، 1420ق)، 639؛ اِحمد، ثعلبی، *الکشف والبیان عن تفسیر القرآن*، تحقیق: الامام اِبی محمد بن عاشور، ج10، (بیروت، دار اِحیاء التراث العربی، 1422ق)، 46؛ ابن کثیر دمشقی، اسماعیل، *تفسیر القرآن العظیم*، تحقیق: سامی بن محمد سلامۃ، ، چھاپ دوم، ج8، (بیروت، دار طیبۃ للنشر والتوزیع 1420ق)، 235۔

16. Hisham bn Muhammad, Kalbi, *Kitab al-Isaan*, Tehqeeq: Ahmad Zaki Pasha, Chaap II, (Tehran, Nashr-e-Naw, 1364 SH), 9.

ہشام بن محمد، کلبی، *کتاب الاصنام*، تحقیق: احمد زکی باشا، اشاعت دوم، (تہران، نشر نو، 1364ش)، 9۔

17. Ibid.

ایضاً۔

18. Muhammad bn Ahmad, Aburihan al-Biruni, *Tehqeeq Ma Lalhind Min Muqulat Maqbulat fi Al-Aql or Marzulat*, Chaap II, (Beirut, Alam Al-Kutub, 1403 AH), 78.

محمد بن اِحمد، اِبوریحان بیرونی، *تحقیق ماللهند من مقولۃ مقبولۃ فی العقل اِو مرذولۃ*، چھاپ دوم، (بیروت، عالم الکتب، 1403ق)، 78۔

19. Muhammad ibn Abdul Karim, Shahristani, *Al-Millat wal-Nahl*, Vol. 3, Tehqeeq: Muhammad Syed Kilani (Beirut, Dar al-Mu'rifah, 1404 AH), 80.

محمد بن عبد الکریم، شہرستانی، *الملل والنحل*، ج3، تحقیق: محمد سید کیلانی (بیروت، دار المعرفۃ، 1404)، 80۔

20. Ibid.

ایضاً۔

21. Abdal-Rehman bn Muhammad, Sah'alabi, *Jawahir al-Hasan fi Tafsir al-Qur'an*, Tehqeeq: Sheikh Muhammad Ali Ma'awad, Vol. 3, (Beirut, Darahiya al-Tarath al-Arabi, 1418 AH), 245.

عبد الرحمٰن بن محمد، ثعالبی، *جواہر الحسان فی تفسیر القرآن*، تحقیق: شیخ محمد علی معوض، ج3، (بیروت، داراحیاء التراث العربی، 1418ق)، 245۔

22. Abdullah bn Umar, Baidawi, *Anwar Al-Tanzil wa Asrar al-Taawil*, Tehqeeq: Muhammad Abdal-Rehman al-Marishal, Vol. 3, (Beirut, Dar Ihya al-Trath al-Arabi, 1418 AH), 112.

عبداللہ بن عمر، بیضاوی، *اِنوار التنزیل واِسرار التأویل*، تحقیق: محمد عبدالرحمٰن المرعشل، ج3، (بیروت، دار احیاء التراث العربی،1418ق)،112۔

23. Wahba bin Mustafa, Zuhayli, *Tafsir al-Munir fi al-'Aqeedah, Shariah wa al-Manhaj*, Chaap II, Vol. 11, (Beirut, Damascus, Dar al-Fikr al-Mas'ir, 1418 AH), 165.

وہبہ بن مصطفیٰ، زحیلی،*التفسیر المنیر فی العقیدۃ والشریعۃ والمنہج*، چھاپ دوم، ج 11، (بیروت، دمشق، دارالفکر المعاصر، 1418ق)،165۔

24. Muhammad bn Ali, Shoukani, *Fateh al-Qadir*, Vol. 2, (Damascus, Beirut, Dar Ibn Kathir, Dar al-Kalam al-Tayyib, 1414 AH), 504.

محمد بن علی، شوکانی، *فتح القدیر*، ج2، (دمشق، بیروت، دار ابن کثیر، دارالکلم الطیب،1414ق)،504۔

25. Qurtbi, Muhammad bn Ahmad, Al-Jamia al-Ahkaam al-Qur'an, Vol. 8, (Tehran, Antarhat Nasir Khosrow, 1364 SH), 335.

قرطبّی، محمد بن احمد، *الجامع لأحکام القرآن*، ج8، (تہران، انتشارات ناصر خسرو،1364ش)، 335۔

26. Muhammad ibn Yaqub, Kulayni, *Al-Kafi*, Tehqeeq: Ali Akbar Ghaffari, Muhammad Akhundi, Chaap IV, Vol. 2, (Tehran, Antashrat Darul-Kutb-ul-Islamia, 1407 AH), 13.

محمد بن یعقوب، کلینی، *الکافی*، تحقیق: علی اکبر غفاری، محمد آخوندی، اشاعت چہارم، ج2، (تہران، انتشارات دارالکتب الاسلامیۃ،1407ق)، 13۔

27. Ismail, Ibn Kasair Dmashqi, *Tafsir al-Qur'an al-Azeem*, Tehqeeq: Sami bn Muhammad Salamat, Chaap II, (Beirut, Dar Tayyabah lal-Nashar wal Tozia, 1420 AH), 233.

اسماعیل، ابن کثیر دمشقی، *تفسیر القرآن العظیم*، تحقیق: سامی بن محمد سلامۃ، اشاعت دوم (بیروت، دار طیبۃ للنشر والتوزیع، 1420ق)،233۔

28. Muhammad bn Abi Baker, Ibn Qayyim Al-Jawzia, *Tafsir al-Quran al-Karim*, Tehqeeq: Maktab al-Darsaat wa al-bahos al-Arabia wa Islamia ba-Ashraf Sheikh Ibrahim Ramazan, (Beirut, Dar and Maktaba al-Hilal, 1410 AH), 69.

محمد بن ابی بکر، ابن قیم جوزیہ، *تفسیر القرآن الکریم*، تحقیق: مکتب الدراسات والبحوث العربیۃ والإسلامیۃ بإشراف شیخ ابراہیم رمضان، (بیروت، دار ومکتبۃ الہلال،1410ق)،69۔

29. Ahmad bn Mustafa, Maraghi, *Tafsir al-Maraghi*, Vol. 11, (Beirut, Darahiya al-Tarath al-Arabi, nd), 105.

احمد بن مصطفیٰ، مراغی، تفسیر المراغی، ج11، (بیروت، داراحیاء التراث العربی، سن ندارد)، 105۔

30. Ismail bn Ibad, Sahib, *Al-Maheet Fi-ul-Lugh*, Tehqeeq: Muhammad Hassan Al-Yaseen, Vol. 10, (Beirut, Alam Al-Kitab, 1414 AH), 211.

اسماعیل بن عباد، صاحب، المحیط فی اللغۃ، تحقیق: محمد حسن آل یاسین، ج10، (بیروت، عالم الکتب، 1414ق)، 211۔

31. Muhammad bn Tahir, Ibn Ashur, *Tahrir wa al-Tanweer*, Vol. 11, (nc, Daral Towansia Lilnasher, 1984), 108.

محمد بن طاہر، ابن عاشور، تفسیر التحریر والتنویر، ج11، (شہر ندارد، الدار التونسیۃ للنشر، 1984)، 108۔

32. Ahmad bn Yahya, Bilaziri, *Ansab al-Ashraf*, Tehqeeq: Sohail Zakar wa Riyaz Zarkali, Vol. 1, (Beirut, Dar al-Fikr, 1417 AH), 49-52.

اِحمد بن یحییٰ، بلاذری، انساب الاشراف، تحقیق: سہیل زکار وریاض زرکلی، ج1، (بیروت، دارالفکر، 1417ق)، 49-52۔

33. Shahristani, *Al-Millat wal-Nahl*, Vol. 3, 93.

شہرستانی، الملل والنحل، ج3، 93۔

34. Ibn Abdul Wahhab, *Kashf al-Shubahat*, 6.

ابن عبدالوہاب، کشف الشبہات، 6۔

35. Muhammad ibn Jarir, Tabari, *Tarikh al-almam wa al-Malok*, Tehqeeq: Muhammad Abul-Fazal Ibrahim, Vol. 2, Chaap II, (Beirut, Dar al-Turat al-Arabi, 1967), 526.

محمد بن جریر، طبری، تاریخ الامم والملوک، تحقیق: محمد ابوالفضل ابراہیم، ج2، چھاپ دوم، (بیروت، دارالتراث العربی، 1967م)، 526۔

36. Ibn Ashur, *Tahrir wa al-Tanweer*, Vol. 8, 390.

ابن عاشور، التحریر والتنویر، ج8، 390۔

37. Bilaziri, *Ansab al-Ashraf*, Vol. 1, 196.

بلاذری، انساب الاشراف، ج1، 196۔

38. Ibn Aseer, Ali bn Abi al-Karam, *Asad al-Ghaaba fi Ma'rifat al-Sahaba*, Vol.6, (Beirut, Dar al-Fiker, 1989), 123.

ابن اثیر، علی بن ابی الکرم، اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، ج6، (بیروت، دارالفکر، 1989م)، 123۔

39. Ibn Abdul-Barr, Yusuf ibn Abdullah, Al-Astehaab fi Mehrfat al-Ashab, Tehqeeq: Ali Muhammad Bajawi, Vol. 2, (Beirut, Dar al-Jil, 1992), 753.

ابن عبدالبر، یوسف بن عبداللہ، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، تحقیق: علی محمد بجاوی، ج2، (بیروت، دارالجیل، 1992)، 753۔

40. Ali Ibn Ahmad, *Wahidi*, Asbab Nazool Al-Qur'an, Tehqeeq: Kamal Basyuny Zaglu, (Beirut, Dar al-Kitab al-Alamiah, 1411 AH), 22.

علی بن احمد، واحدی، اسباب نزول القرآن، تحقیق: کمال بسیونی زغلو، (بیروت، دارالکتب العلمیۃ، 1411ق)، 22۔

41. Muhammad Sanaullah, Mazhari, *Al-Tafsir Al-Mazhari*, Tehqeeq: Ghulam Nabi Tunsi, Vol. 10, (Pakistan, Maktaba Rushdiyah, 1412 AH), 110.

محمد ثناء اللہ، مظہری، التفسیر المظہری، تحقیق: غلام نبی تونسی، ج10، (پاکستان، مکتبۃ رشدیہ، 1412ق)، 110۔

42. Mehmood, Zamakhshari, *Al-Kashf Aan Ahqaiq Ghwamaz Al-Tanzil*, Vol. 3, Chaap III, (Beirut, Dar al-Kitab al-Arabi, 1407 AH), 110; Abd al-Rehman bn Ali, Ibn Juzi, *Zad al-Masir fi ilm al-Tafsir*, Tehqeeq: Abd al-Razzaq al-Mahdi, Vol. 3, (Beirut, Dar al-Kitab al-Arabi, 1422 AH), 188; Mahmoud bn Abdullah, Alusi, *Ruh al-Ma'ani fi Tafsir al-Qur'an al-Azeem wal Saba' al-Mathani*, Tehqeeq: Ali Abdul Bari Atiya, Vol. 9, (Beirut, Dar al-Kitab al-Ilamiya, 1415 AH), 23.

محمود، زمخشری، *الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل*، ج3، چھاپ سوم، (بیروت، دارالکتاب العربی، 1407ق)، 110؛ عبدالرحمٰن بن علی، ابن جوزی، *زاد المسیر فی علم التفسیر*، تحقیق: عبدالرزاق المہدی، ج3، (بیروت، دار الکتاب العربی، 1422ق)، 188؛ محمود بن عبداللہ، آلوسی، *روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی*، تحقیق: علی عبدالباری عطیۃ، ج9، (بیروت، دارالکتب العلمیۃ، 1415ق)، 23۔